Anwar al-Sirah: International Research Journal for the Study of the Prophet Muhammad (PBUH)'s Biography
ISSN: 3006-7766 (online)and 3006-7758 (print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/anwaralsirah/index
Published by: Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

اخوت و مساوات نبوی تعلیمات کے تناظر میں

Brotherhood and Equality in the Context of Prophetic Teachings

Mr. Masoom Saddiqui
School Teacher, Govt. Primary School for Boys, Shujaabād, Multan
Email: masoom7349@gmail.com

Abstract

Islam, as a religion, emphasizes peace, security, and offers a comprehensive framework for life. Central to its teachings is the promotion of mutual love and brotherhood among its adherents. The Holy Qur'an underscores this principle by stating, 'Verily, all believers are brothers, so make peace among your brothers. And fear Allah so that you may be shown mercy.' (Al-Hujurat 49:10) This verse serves to unite Muslims globally under a common bond, where each individual is regarded as a brother or sister to one another. Beyond the confines of Islam, such a profound sense of brotherhood is seldom found in other religious or social contexts. Additionally, Islam advocates for justice and equality, emphasizing the importance of treating all individuals with fairness and respect. The Prophet Muhammad (peace be upon him) encapsulated this concept in his farewell sermon, stating, 'O people, beware! Indeed, your Lord is one and your father is also one. Beware, an Arab has no superiority over a non-Arab, nor a non-Arab over an Arab; a white person has no superiority over a black person, nor does a black person have superiority over a white person, except by piety.' Given the significance of these teachings, this paper aims to explore the themes of brotherhood and equality within the context of Prophetic guidance from various perspectives..

Keywords: Brotherhood, Global Community, Equality, Diversity, Piety, Prophetic Teachings

تعارف:

اسلام امن و سلامتی والا مذہب اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ ایک دوسرے سے باہم محبت اور اخوت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: بیشک سب مومن آپس میں بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔[1] یعنی جب تم صلح کرانے لگو تو اس بات کو ملحوظ رکھو کہ تم دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا رہے ہو۔ یہ آیت دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک عالمگیر برادری میں منسلک کر دیتی ہے۔ مسلمان خواہ دنیا کے کسی کونے میں ہو دوسرے سب مسلمان اسے اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ اسلام کے علاوہ ایسا رشتہ اخوت اور کسی دین یا مذہب میں نہیں پایا جاتا۔ اور دوم عدل اور تقویٰ کا درس مساوات قائم کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ پوری نسل انسانی ایک آدم کی اولاد ہے اور حضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ایسے معجزانہ الفاظ میں اس پر مہر لگادی کہ اس سے زیادہ اسلامی مساوات کا کوئی منشور نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو خبردار! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر اور سفید کو کالے پر اور نہ کالے کو سفید پر کوئی فوقیت حاصل ہے سوائے تقویٰ کے۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کے گھر اور معاشرے کو آسودہ اور پُر مسرت دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام میں جہاں محبت، اخوت اور احترام و عزت کے جذبے دلوں میں پیدا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے وہاں دوسروں کے ساتھ عدل و انصاف، رواداري، اور آپس میں محبت کے ساتھ رہنے کا درس بھي دیا گیا ہے۔

یہی اس معاشرے میں رہنے کے سنہری اصول ہیں۔ اگر سب لوگ اس معاشرے میں اخوت اور مساوات کی روش کو اپنائیں تو یہ معاشرہ امن کا گھوارہ بن سکتا ہے اور یہ ریاست "ریاست مدینہ" کا عکس پیش کر سکتی ہے۔

اخوت کے لغوی معانی:" اخا یخو اُخوۃ واخاوۃ"، بمعنی بھائی بنانا، دوست بنانا۔ باب مفاعلہ سے موٗاخاۃ کا بھی یہی معنی ہے۔[1]

اصطلاح میں اخوت کا مفہوم:

مسلمانوں پر ایک دوسرے کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت بلا امتیاز و تفریق فرض ہے اور مذکورہ امور میں کوتاہی کرنا حرام ہے، اسی قانون کا نام شریعت نے "اخوت اسلامی" رکھا ہے، جب کہ اس کی ضد عصبیت ہے اور وہ مسلمانوں کا قومی، لسانی، صوبائی یا خاندانی بنیادوں پر باہمی دشمنی کا نام ہے۔

اخوت کی اقسام: اس کی دو قسمیں ہیں، اول یہ کہ پوری نسل انسانی ایک آدم کی اولاد ہے اور حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ایسے معجزانہ الفاظ میں اس پر مہر لگا دی کہ اس سے زیادہ اسلامی مساوات کا کوئی منشور نہیں ہو سکتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: عَنْ أَبِي نَضْرَةَ : "أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى".[2] ترجمہ: ابی نضرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگو بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے اور ہاں کسی عربی کو کسی عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سفید کو کالے پر اور سیاہ کو سفید پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے بجز تقویٰ کے"۔

دوسری قسم یہ ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں ایک نئی اخوت کی بنیاد ڈالی گئی، اس اخوت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ، نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے عزم و ارادہ پر تھی۔ اس طرح اسلام نے تمام قسم کے امتیازات اور ذات پات، نسل، رنگ، جنس، زبان، حسب و نسب اور مال و دولت پر مبنی تعصبات کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور تاریخ میں پہلی مرتبہ تمام انسانوں کو ایک دوسرے کے ہم پلہ قرار دیا خواہ وہ امیر ہوں یا غریب، سفید ہوں یا سیاہ، مشرق میں ہوں یا مغرب میں، مرد ہو یا عورت اور چاہے وہ کسی بھی لسانیا جغرافیائی علاقے سے تعلق رکھتے ہوں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ خطبہ حقوقِ انسانی کا اولین اور ابدی منشور ہے جو کسی وقتی سیاسی مصلحت یا عارضی مقصد کے حصول کے لئے نہیں بلکہ عالم ارضی میں اللہ کے آخری رسول ﷺ کی طرف سے بنی نوع انسان کی فلاح کے لئے جاری کیا گیا۔

اخوت، قرآن کی روشنی میں:

قرآن حکیم میں اخوت اسلامی کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ دین کا رشتہ مسلمانوں کو ایک وحدت میں جوڑ دیتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ[3] ترجمہ: وہ لوگ جو مومن ہیں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔[4] ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

آپس میں لڑائی کرنا مومنوں کا کام نہیں:۔ اس جملہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑنا مومنوں کا کام نہیں۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے سنا آپ فرماتے تھے: "جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر لڑ پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں" میں نے پوچھا: "یہ تو رہا قاتل مگر مقتول کا کیا قصور؟" فرمایا: "وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا"[5]

طائفہ کا لغوی مفہوم: ان پیش بندیوں کے باوجود اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ ان کا اختلاف رفع ہو جائے اور ان میں صلح ہو جائے۔ واضح رہے کہ یہاں طائفہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور طائفہ عموماً چھوٹی جماعت کو کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض مفسرین کے خیال کے مطابق اس لفظ کا اطلاق ایک فرد پر بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر دو مسلمانوں میں لڑائی ہو۔ تب بھی یہی حکم ہے اور یہ تو واضح ہے کہ صلح کرنے والا کوئی غیر جانبدار ہی ہو سکتا ہے۔ خواہ یہ ایک آدمی ہو یا کوئی جماعت ہو۔ پھر صلح کرانے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ فریقین پر اثر انداز ہو سکتا ہو۔

مسلمانوں میں صلح کرنا اور عدل کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:۔ یعنی اگر کوئی شخص اکیلا فریقین پر اثر انداز ہونے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ تو باہم ملکر بھی تمہیں یہ کام کرنا چاہیے 'بیٹھ نہ رہنا چاہیے سب سے پہلے حالات اور اختلاف کا جائزہ لو اور دیکھو کہ کونسا فریق حق پر ہے اور کونسا زیادتی کر رہا ہے۔ اب یہ تو واضح ہے کہ تالی ایک ہاتھ سے کبھی نہیں بجتی۔ زیادتی کرنے والے کے پاس بھی کچھ تھوڑا بہت حق موجود ہوتا ہے اور جو حق پر ہے اس سے بھی کوئی نہ کوئی غلطی ضرور ہوئی ہے۔ لہٰذا پہلے یہ تشخیص کرنا ہوگی کہ زیادہ حق کس طرف ہے اور زیادتی کا مرتکب کون ہے ؟ پھر صلح کرانے والی جماعت کو زیادہ حق والے کا ساتھ دینا ہوگا اور اس طرح فریقین پر صلح کے لئے دباؤ ڈالنا ہوگا۔ اور زیادتی کرنے والے پر اتنا دباؤ ڈالنا ہوگا کہ وہ اپنی زیادتی کا اعتراف کرے اور اس سے رجوع کر کے حق بات تسلیم کرے۔ جب یہ مرحلہ طے ہو جائے تو پھر یہ نہ کرنا چاہیے کہ حق والے فریق میں یک طرفہ فیصلہ دے کر زیادتی کرنے والے فریق کو پوری طرح دبانے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے اور زیادتی کرنے والے کے پاس بھی کچھ تھوڑا بہت حق تھا تو فیصلہ کے وقت ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ کیونکہ یہی بات اقرب الی الحق اور اللہ تعالی کو پسند ہے۔

شماس بن قیس یہودی کا اوس و خزرج کو لڑانا:

یہ بات واضح رہے کہ بسا اوقات دونوں ہی فریق حق پر ہوتے ہیں اور ان کی لڑائی کا سبب کوئی بیرونی دشمن یا بیرونی مداخلت ہوتی ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب جنگ بدر میں مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی تو یہود مدینہ کو اس بات سے سخت صدمہ پہنچا۔ ایک بوڑھے یہودی شاس بن قیس نے اس مصیبت کا یہ حل سوچا کہ اوس و خزرج میں از سر نو جنگ بپا کر دی جائے۔ اس مقصد کے لئے اس نے ایک نوجوان یہودی کو تیار کیا کہ انصار کی مجالس میں جا کر جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دے اور اس سلسلہ میں اوس و خزرج کی طرف سے جو اشعار کہے گئے تھے انہیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور جاہلی عصبیت کو ہوا دے۔ جب اس یہودی نے یہ اشعار پڑھے تو فوراً اوس اور خزرج کے جاہلی دور کے معاندانہ جذبات بھڑک اٹھے تو تو، میں میں شروع ہو گئی اور نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ ایک فریق دوسرے سے کہنے لگا: اگر تم چاہو تو ہم پھر اس جنگ کو جوان کر کے نمٹا دیں۔ پھر ہتھیار کی آوازیں آنے لگیں اور قریب تھا کہ ایک خوفناک جنگ چھڑ جاتی۔

حضور ﷺ کا ان میں صلح کرانا:

رسول اللہ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ چند مہاجرین کو ساتھ لے کر فوراً موقعہ پر پہنچ گئے اور فرمایا: مسلمانو! میری موجودگی میں جاہلیت کی یہ پکار! اللہ تعالی نے تمہیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور تمہارے دلوں کو جوڑ دیا۔ پھر اب یہ کیا ماجرا ہے ؟ اس وقت ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ کس طرح شیطانی جال میں پھنس چکے تھے۔ ان کی آنکھیں کھل گئیں پھر اوس و خزرج کے لوگ آپس میں گلے ملنے اور رونے لگے۔ غزوہ بنی مصطلق میں عبد اللہ بن ابی کا انصار و مہاجرین کو لڑانا:۔ اس کی دوسری مثال وہ فتنہ ہے جو غزوہ بنی مصطلق سے واپسی سفر کے درمیان عبد اللہ بن ابی منافق نے مہاجرین اور انصار کے درمیان کھڑا کر کے ان کو باہم لڑ مرنے پر آمادہ کر دیا تھا۔ اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں اگر کسی قسم کا اختلاف پیدا ہو جائے تو مسلمانوں میں اہل فہم و ارباب حل و عقد پہ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس مخالفت کو ختم کروانے کے لیے پوری جدوجہد کریں اور آپس میں صلح کروا دیں۔ باہمی اخوت و محبت کا جو رشتہ جذبات میں مغلوب ہو گیا اس کو زندہ کیا جائے۔ اسی لیے اگلی آیت میں تاکیداً فرمایا: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ[6] ترجمہ: بیشک سب مومن آپس میں بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بنیاد

واساس بھی ظاہر کردی گئی جس پر اخوت کی عظیم عمارت قائم ہوسکتی ہے اور وہ ہے اللہ کا خوف۔ معلوم ہوا کہ کبھی اگر بھائیوں کی لڑائی ہوجائے تو اپنے دونوں بھائیوں میں اصلاح کرادیا کرو، کیوں کہ دونوں گروہ بہر حال تمہارے بھائی ہیں۔

دینی رشتہ کے اعتبار سے مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ رنگ ونسل اور قوم ووطن کا فرق اس عالمگیر برادری میں کوئی رخنہ پیدا نہیں کرسکتا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوں ایک دوسرے سے منسلک رہیں گے اور ایک کے درد کی چوٹ دوسرا اپنے اندر محسوس کرے گا خواہ ان کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہو۔ اس رشتہ اخوت کو مضبوط کرنے کی تاکید حدیث میں بھی کی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اَلْمُسلِمُ اَخوالْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسلِمُهُ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَاكُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ القِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔[7] "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ظالم کے حوالہ کرے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری کرتا رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرے گا قیامت کے دن اللہ اس کی تکلیف کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔" نیز ان باتوں سے منع فرمایا جو اس رشتہ کو کاٹ دینے والی ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ[8] "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔" ایک دوسرے مقام پر فرمایا: لا ترجعوا بعدي كفاراً يضرب بعضكم رقاب بعضٍ[9] "میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔"

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے واقعہ سے استدلال:

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے حضرت ہارون (علیہ السلام) کو اپنا جانشین مقرر کرتے ہوئے فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ۔ هَارُونَ أَخِي [10] اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (یعنی مددگار) مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو۔ دونوں بھائیوں نے مل کر بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کی راہ ہموار کی اور موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بھی منتخب فرمایا۔ اسی اخوت کی بنا پر محبت کے اعلیٰ درجات کو چھوا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی بہت ساری آیات اسلامی اخوت پر دلالت کرتی ہیں، جیسے: وَإِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ۔ [11] اور یہ تمہاری جماعت (حقیقت میں) ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو مجھ سے ڈرو۔ نیز فرمایا: وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلاَ تَفَرَّقُواْ۔[12] ''اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو۔''

مندرجہ بالا آیت دو حصوں پر مشتمل ہے: پہلا حصہ امر اور دوسرا نہی پر مبنی ہے۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، یہ مثبت حکم تھا لیکن اس کے بعد نہی کا حکم ہے کہ خبردار! تم باہمی تفرقہ اور انتشار کا شکار نہ ہونا۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ۔[13] ''بیشک جن لوگوں نے (جدا جدا راہیں نکال کر) اپنے دین کو پارہ پارہ کر دیا اور وہ (مختلف) فرقوں میں بٹ گئے، آپ کسی چیز میں ان کے (تعلق دار اور ذمہ دار) نہیں ہیں۔'' طاس آیتِ کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ آپ ایسے لوگوں سے کوئی سروکار اور تعلق نہ رکھیں، جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے اپنی جمعیت کا شیرازہ منتشر کردیا۔ علاوہ ازیں ملی شیرازہ کو تفرقہ وانتشار کے ذریعے تباہ کرنے والوں کے لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے انتہائی سخت احکامات صادر فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی تمہاری جماعت کی وحدت اور شیرازہ بندی کو منتشر کرنے کے لئے قدم اٹھائے اس کا سر قلم کردو۔[14]

اخوت اسلامی احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

آپ ﷺ کے ارشادات مبارکہ کا ایک بڑا ذخیرہ اس بارے میں منقول ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رضي الله عنه - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ - صلى الله عليه وسلم - "لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ، وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَكْذِبُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ، التَّقْوَى هَاهُنَا، وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مت يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ"[15] حسد کرو، مت دھوکے بازی کرو، مت بغض رکھو، مت دشمنی کرو، کوئی تم میں سے دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور ہو جاؤ اللہ کے بندو بھائی بھائی۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو ذلیل کرے، نہ اس کو حقیر جانے، تقویٰ اور پرہیز گاری یہاں ہے۔" اور اشارہ کیا آپ ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین بار (یعنی ظاہر میں عمدہ اعمال کرنے سے آدمی متقی نہیں ہوتا جب تک سینہ اس کا صاف نہ ہو) "کافی ہے آدمی کو یہ برائی کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، مسلمان کی سب چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اس کا خون، مال، عزت اور آبرو۔".

ایک موقع پر فرمایا "المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً"[16] اہل ایمان کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ اگر ایک عضو بیمار ہو جائے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کی وضاحت میں ابن بطال نے فرمایا: قال ابن بطَّال: (تعاون المؤمنين بعضهم بعضًا في أمور الدُّنيا والآخرة مندوبٌ إليه بهذا الحديث)[17] اسلام کا نظامِ زکوٰۃ بھی اسی لئے ہے کہ غریب لوگوں کی مدد ہو جائے اور انہیں در در کی ٹھوکریں کھانا نہ پڑیں اور نظامِ اخوت کا مقصود بھی یہی ہے ورنہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے"۔

رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وعن أنس رضي الله عنه، قال: قال النَّبيُّ صلى الله عليه وسلم: انصر أخاك ظالمًا أو مظلومًا، قيل: يا رسول الله، هذا نصرته مظلومًا، فكيف ننصره ظالمًا؟ قال : تأخذ فوق يده.[18] اس کا مفہوم یہ ہے کہ "آدمی کو اپنے بھائی کی مدد کرنا چاہئے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، اگر ظالم ہے تو اس کی مدد یہ ہے کہ اُسے ظلم سے روکے اور اگر مظلوم ہے تو اس کی مدد کرے"۔ اس حدیث نبویہ ﷺ سے تو اور بھی اخوت اسلامی کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ نبی رحمت ﷺ اپنے ماننے والوں سے فرمارہے ہیں کہ اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو اور ظالم کی مدد اس طرح ہے کہ اُسے ظلم سے روکو تو جب یہاں تک اپنے بھائی کی مدد کا حکم ہے تو اپنے بھائی کے ساتھ حسن سلوک کا حکم کہاں تک ہو گا، وہ اندازہ لگانا اس فرمان نبوی ﷺ کے بعد مشکل نہیں۔

ایک اور حدیث نبوی ﷺ ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بندہ اُس وقت تک کامل مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی اُسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، یعنی دین و دنیا کی بھلائی میں سے جن چیزوں کو اپنے لئے پسند کرتا ہے سارے مسلمانوں کیلئے بھی ان کو پسند کرے۔"

فقہاء کرام کے ہاں اخوت اسلامی کی اہمیت:

اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام فقہاء نے اس پر ایک الگ باب قائم کیا ہے جس میں ہر نوع کے مسئلہ کو مفصلاً حل کیا ہے، مثلاً اگر صلح میں کسی جماعت کی زیادتی دیکھو اور وہ جنگ ترک کرنے پر آمادہ نہ ہو تو سب مل کر ان کی مخالفت کرو حتیٰ کہ وہ تعدی سے باز آکر اللہ کے حکم کے سامنے جھک جائے اور جنگ بند کردے۔ پھر دونوں کے درمیان حدود شرعیہ کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ فقہائے کرام نے تاکید فرمائی ہے کہ انصاف سے فیصلہ کیا جائے تاکہ مخالفت ہمیشہ کے لیے ختم ہو اور یہ اندیشہ نہ رہے کہ جنگ دوبارہ شروع ہو جائے۔ علاوہ ازیں کسی فریق کی طرف داری بھی نہ کی جائے۔

ریاست مدینہ میں اخوت کی مثال:

آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد سب سے پہلے شہر کے امن اور باشندوں کے درمیان تعلقات کی طرف توجہ دی۔ آپ ﷺ نے محسوس فرمایا تھا کہ مہاجرین مکہ اہل مدینہ کے لیے باعث اذیت نہ ہونے پائیں اور ساتھ ساتھ مہاجرین ہجرت کی وجہ سے دل برداشتہ نہ ہوں، چنانچہ آپ ﷺ نے تمام مہاجرین وانصار کو جمع کر کے اخوت اسلامی کا وعظ فرمایا اور مسلمانوں کے اندر مواخات قائم کر کے نہایت خوش گوار معاشرہ تشکیل فرمایا۔ اس عہد مواخات کو انصار نے اس خلوص سے نبھایا کہ تاریخ میں کوئی دوسری مثال تلاش نہیں کی جاسکتی۔ تمام مہاجرین کو حقیقی بھائی سمجھا اور بے دریغ مال واسباب ان کے سپرد کیا۔ بعض انصار اپنی دو بیویوں

میں سے ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی سے اس کے نکاح کے لیے تیار ہوئے۔اسی طرح مہاجرین نے بھی نہایت ہمت کے ساتھ مزدوریاں کیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوگئے۔

صحابہ کرام کی زندگی سے اخوت کی مثال:

مصعب بن عمیر کے بھائی ابوعزیز بن عمیر غزوہ بدر میں گرفتار ہوئے۔جب ابوعزیز کے ہاتھ باندھے جانے لگے تو رسیاں باندھنے والے سے کہا کہ اس کو اچھی طرح کس کر باندھو،اس سے اچھی رقم وصول ہوگی۔یہ بات سن کر ابوعزیز نے کہا" آپ سے یہ توقع نہ تھی، آپ کلمہ خیر کہتے میری سفارش کرتے، لیکن اس کے برعکس آپ نے ہاتھ مضبوطی سے باندھنے کا حکم دیا"تو مصعب بن عمیر نے فرمایا" تم اس وقت میرے بھائی نہیں، میرا بھائی وہ ہے جو تمہارے ہاتھ میں رسی باندھ رہا ہے،اس لیے کہ ایک نئے رشتہ نے ہم کو جوڑ دیا ہے، جو خون کا رشتہ تو نہیں، مگر اس سے بھی زیادہ عظیم اور قابل قدر ہے"۔اخوت اور عدل ایک ہی ترازو کے دو پلڑے ہیں عدل مساوات کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

مساوات:

راغب اصفہانی کے مطابق عدل مساوات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔"عدل کا مطلب ہے برابری کی بنیاد پر تقسیم کرنا"۔[19] انگریزی میں اس کے ہم معنی لفظ Equity, justice ہے۔اور عدل دراصل قرآن کریم کی اصطلاح ہے:اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ[20] کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی میں بھی ایک اسم "عادل" ہے یعنی اللہ تعالیٰ عدل کرنے والے ہیں۔اور جناب نبی کریم ﷺ اسماء میں بھی ایک اسم "عادل" ہے یعنی رسول اللہ ﷺ بھی عدل کے پیکر تھے یعنی عدل کرنے والے تھے۔ہر چیز کا حق ادا کرنے کو عدل کہتے ہیں۔عدل کے مقابلے میں ظلم کا لفظ آتا ہے۔ظلم کہتے ہیں کسی کے ساتھ ناحق سلوک کرنے کو، کسی کے حق کو ضبط کرنا یا کسی کا حق دوسرے کو دے دینا۔لغوی اصطلاح میں وضع الشئی فی غیر محلہ ظلم کا معنٰی ہے کسی چیز کو اس کے اصل مقام کے بجائے کسی دوسری جگہ پر رکھنا۔اسی طرح ہر چیز کو اس کی اصل جگہ پر رکھنے کو عدل کہتے ہیں۔عدل مساوات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔مساوات کی اصطلاح بظاہر بہت اچھی اور معقول لگتی ہے، دنیا بھر کی طرح ہمارے معاشرے میں بھی اس کے نعرے لگائے جاتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مطلق مساوات عملاً ممکن ہے؟ مختلف مکاتب فکر میں مساوات سے متعلق بنیادی نوعیت کے اختلافات ہیں کہ معاشرے میں کس قسم کی مساوات ہونی چاہیے۔اس حوالے سے نیگل (Nagel) سوال اٹھاتا ہے کہ مساوات کیا ہے؟ اسے کیسے سمجھا جائے؟ جب کہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسان ہر دائرے میں مساوی نہیں ہیں۔یہ انتہائی مضحکہ خیز دلیل ہوگی کہ تمام لوگوں کو مطلق مساوی ہونا چاہیے۔مکمل مساوات ایک غیر اہم نعرہ ہو چکا ہے۔[21]

ذات کے ساتھ عدل وانصاف:

ہمیں اپنے ساتھ بھی عدل کرنے کا حکم دیا گیا، جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے نفس کے ساتھ بھی عدل کرو۔بہت سی روایات ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اپنے ساتھ سختی کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔حضرت سلمان فارسیؓ ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداءؓ کے ہاں مہمان ٹھہرے تو دیکھا کہ ان کے میزبان رات کو حسب ضرورت آرام کرنے اور اپنے گھر والوں کو وقت دینے کے بجائے ساری رات نماز میں کھڑے ہو کر عبادت کرتے رہتے ہیں۔اس پر حضرت سلمان فارسیؓ نے ان سے کہا:ان لربک علیک حقًا، ولنفسک علیک حقًا، ولأهلك عليك حقًا، (وفي رواية: ولزورك عليك حقًا)، فأعط كل ذی حق حقه[22] کہ تیرے رب کے بھی تجھ پر حقوق ہیں، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، آنے جانے والے مہمانوں کا بھی تجھ پر حق ہے، پس ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔حضور ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "صدق سلمان" کہ سلمانؓ نے سچ بات کہی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے ارادہ کر لیا کہ ساری زندگی رات کو جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کروں گا اور ساری زندگی روزانہ ایک قرآن کریم پڑھوں گا۔حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ یہ اپنے اوپر ظلم ہے۔تمہارے بدن کا تجھ پر حق ہے کہ اسے خوراک اور آرام دو، اور تمہاری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے کہ اسے نیند دو۔چنانچہ اپنے ساتھ بھی انصاف کا حکم دیا گیا۔

اِنسانی حقوق کے بارے میں اسلام کا تصور بنیادی طور پر بنی نوع انسان کے احترام، وقار اور مساوات پر مبنی ہے۔ اسلام انسانوں کو اس کے تمام حقوق عطا کرتا ہے اور انسان کو اس کے تمام حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔کیونکہ اسلام کا انسان کے بارے میں یہ تصور ہے کہ تمام انسان ایک باپ اور ایک ماں سے پیدا ہوئے ہیں، قوموں اور قبیلوں میں تقسیم باہمی تعاون اور تعارف کے لیے ہے قرآن حکیم کی روسے اللہ رب العزت نے نوعِ انسانی کو دیگر تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ قرآن حکیم میں شرف انسانیت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ تخلیق آدم کے وقت ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا اور اس طرح نسل آدم کو تمام مخلوق پر فضیلت عطا کی گئی۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً۔[23] اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں (مختلف سواریوں پر) سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور ہم نے انہیں اکثر مخلوقات پر جنہیں ہم نے پیدا کیا فضیلت دے کر برتر بنا دیا۔

انسانی مساوات قرآن کی روشنی میں:

اسلام نہ صرف کسی امتیاز رنگ و نسل کے بغیر تمام انسانوں کے درمیان مساوات کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اسے ایک اہم اصول حقیقت قرار دیتا ہے اور اگر کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو وہ اخلاق کے اعتبار سے ہے۔فرمایا گیا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔[24] ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو، بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔ اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا کہ تم سب کی اصل ایک ہے، اگر خلافت راشدہ کے دور کو دیکھیں تو وہاں پر بھی ہمیں تمام انسانوں کے لیے مساوات اور برابری کے اصول برقرار نظر آئیں گیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے اہل ایمان کی ایک دوسرے کے ساتھ رحم دلی اور محبت کی مثال یوں ارشاد فرمائی: مثل المؤمنين في توادّهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى۔[25] "مسلمان آپس میں پیار و محبت، رحم و شفقت اور مہربانی برتنے میں ایک جسم کی مثال رکھتے ہیں کہ جسم کا ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم اضطراب اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔" حضور ﷺ نے ہمیں عدل کو قائم کرنے اور ظلم سے اجتناب کی تعلیم دی ہے، فرمایا: اتقوا الظُّلم فإن الظلم ظلمات يوم القيامة[26] "ظلم سے بچ جاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا باعث ہو گا۔"

اسی طرح موجودہ دور میں مساوات کا نظریہ رکھنے والوں میں گہرے اختلاف بھی ہیں، مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ ہم سب خدا کی نظر میں مساوی ہیں، جب کہ کانٹ کے مطابق عقل کے مساوی ہونے کی وجہ سے لوگ قابل قدر ہیں۔ افادیت پسندوں کے عقیدے کے مطابق تمام لوگوں کو مساوی طور پر دیکھ بھال کا بہترین طریقہ لذت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہے، عقیدہ مساوات کے حامی (democrats) چاہتے ہیں کہ حکومت کو ایسی مساوات کو ترجیح دینی چاہے جس کے باعث لوگ مساویانہ طور پر اپنی زندگیوں پر حکومت کر سکیں۔

آکسفورڈ ڈکشنری آف فلاسفی کے مطابق عصر حاضر میں بہت زیادہ متنازعہ اور عظیم معاشرتی تصور، تصور مساوات ہے۔ انسانوں میں مطلق و مکمل مساوات ناممکن ہے بلکہ اس کے حقیقی معنی ہیں عدم مساوات کو کم سے کم کرنا۔[27]

عصر حاضر میں یہ صورت حال ہے کہ سرحدوں سے کتے، بلی، جانور کے گزرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے، مگر قحط کے زمانے میں بھی انسان کسی دوسرے ملک کی سرحد پار کر کے وہاں رہائش اختیار نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر ایک ملک دریاؤں کے پانی پر ڈیم بنادے تو اس دریا کے پانی سے مستفید ہونے والے دیگر ممالک بین الاقوامی عدالتوں میں مقدمہ کرنے چلے جاتے ہیں۔

نوبل انعام یافتہ ماہر معاشیات امریتا سین لکھتا ہے کہ یہ تصور کہ تمام لوگ مساوی طور پر یکساں پیدا ہوتے ہیں[28] "all men are born equal" سچ نہیں ہے۔ اگر لوگوں کو مساوی کے طور پر یکساں برتاؤ کیا جائے تو نتیجے میں لوگ حقیقتاً عدم مساوات اختیار کر جائیں گے۔

ان میں مساوی حیثیت کا ایک طریقہ ہے کہ انھیں ایک دوسرے سے مختلف سمجھتے ہوئے برتاؤ کریں۔

تصور مساوات پر اتھارٹی سمجھے جانے والا دانشور پیٹر سنگر ﴿peter singer﴾ لکھتا ہے کہ عورت کو مجموعی طور پر دیکھیں تو یہ دعویٰ صحیح نہیں، کیوں کہ کچھ عورتیں مردوں کے مقابلے میں ایسی بھی ہوتی ہیں جو کم جذباتی، زیادہ عقلمند، زیادہ غصے والی اور زیادہ مبہم جو ہوتی ہیں۔ پیٹر کہتا ہے کہ انسان ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں مگر ان کے اختلاف کی بنیاد نسل یا جنس پر نہیں ہے۔[29]

عدم اخوت پر وعید:

آپ ﷺ نے فرمایا جو عصبیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت پر مارا جائے وہ ہم میں سے نہیں۔ قرآن کریم کی آیت: وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ۔[30] اور جو لوگ کافر ہیں (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ تو (مومنو) اگر تم یہ (کام) نہ کروگے تو ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد مچے گا۔ بھی اسی بارے میں ہے۔ ہمارے لیے پناہ صرف اخوت اسلامی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی وحدت پیدا ہوئی تو امت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں گی اور جاہلی عصبیت دوبارہ زندہ ہو جائے گی، جس کو اسلام نے ختم کیا تھا۔ آپ ﷺ نے شاید زندگی میں کسی مسئلہ اور کسی موقع پر اتنی سخت زبان استعمال نہیں کی جو اس جاہلی عصبیت کے بارے میں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے۔ آپ ﷺ صاحب بصیرت اور نور الٰہی سے منور تھے، اور اقوام سابقہ کی تاریخ سے واقف،، اس لیے عصبیت کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ سمجھتے تھے، خلاصہ یہ کہ عصبیت ایسی آندھی ہے جس سے بڑھ کر کوئی اندھا وجود دنیا میں پیدا نہیں ہوا یہ کسی کی رعایت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا: اب کہاں ایثار واخوت وہ مدینے جیسی؟ اب تو مسلم کو مسلمان سے ڈر لگتا ہے۔

اخوت و مساوات کی ضرورت:

تمام مسلمانوں کو ایک جیسے حقوق دیے جائیں حتیٰ کہ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا نہ صرف تحفظ کیا جائے، بلکہ ایک ایسا پر امن معاشرہ تشکیل دیا جائے جو پورے عالم کے لیے اپنی مثال آپ ہو۔ المُقسطون يوم القيامة على منابر من نور عن يمين الرحمن وكلتا يديه يمين، الذين يعدلون في حكمهم[31] "عدل کرنے والے قیامت کے دن رحمن کی دائیں جانب نور کے منبروں پر براجمان ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ ہی داہنے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں، اہل وعیال اور اپنے فرضِ منصبی میں انصاف کرتے ہیں۔"

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ عدل کے معنی ہیں کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹ دیا جائے کہ ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو۔ اچھے اور برے کام میں پورا پورا بدلہ دینا بھی عدل کہلاتا ہے۔ ہر کام مناسب وقت پر کرنا بھی عدل کی ایک صورت ہے۔ ہر چیز کو موزوں مقام پر رکھنا بھی عدل کہلاتا ہے۔ رب کائنات نے نظام کائنات کو عدل کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔ تمام سیارے اپنے محور کے گرد مقررہ رفتار کے ساتھ گردش کر رہے ہیں۔ اگر ذرا بھی ردوبدل ہو جائے گا تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی۔ نظام کائنات، آسمان سے لے کر زمین تک صرف اللہ کے عدل وانصاف کے بل بوتے پر قائم ہے۔

سورۃ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ[32] "اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے، انصاف سے قائم ہو کر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں، عزت والا، حکمت والا۔" اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام "عادل" ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے بھی ہر معاملے میں عدل سے کام لیں۔ جس قسط وعدل سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ[33] ترجمہ: "ہم نے رسولوں کو صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیج کر اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں"

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں انبیا علیہم السلام کی بعثت کا مقصد مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے کہ انبیاء ورسل ؑ تین چیزیں لے کر آئے:

1 کھلی نشانیاں 2 واضح ہدایات کتاب الٰہی 3 میزان یعنی وہ معیار حق و باطل جو ترازو کی طرح ٹھیک تول کی طرح بتادے کہ انصاف کی بات کیا ہے۔عام فہم زبان میں اس آیت کے مفہوم کو ہم اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ پیغمبروںؑ کے بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔سب سے بڑا عدل یہ ہے کہ انسان توحید پر قائم رہے۔توحید ہی سے عدل قائم ہو سکتا ہے اور شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔دنیا کی ساری خرابیاں شرک ہی سے پیدا ہوتی ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ[34] "بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

اخوت و مساوات کی ضرورت پاکستان کے تناظر میں:

پاکستان کا مسئلہ صرف یہ نہیں کہ تنہا اس ملک میں اسلامی وحدت کے علم بردار ہوں، بلکہ اس وقت پوری دنیا کے سیاسی نقشے میں اسلامی وحدت کے ہم دعوے دار ہیں اور اس کے لیے کوشاں ہیں۔اگر ہم وحدت اسلامی سے دست بردار ہو جائیں گے تو ہمارا ملک بھی لسانی، تہذیبی جھگڑوں اور پرانی اور علاقائی تہذیبوں کے احیا کے فتنوں سے بھر جائے گا۔مثلاً یہ جذبہ کہ مسلمانوں کی آمد سے پہلے قدیم تہذیب کو زندہ کیا جائے تو پھر اس وطن کا خدا ہی محافظ ہے۔اس سے انکار نہیں کہ اب اس قسم کے کئی فتنے ملک کو لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔اس لیے اس ملک کے مختلف عناصر ترکیبی کو جو چیز مربوط کرتی ہے، وہ ہیں وحدت ایمانی، وحدت عقیدہ اور اخوت اسلامی، اگر نئی وحدتیں قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو ذلت مقدر ہو گی۔

سیاسی یا مذہبی مواخات (Agreements):

تمام جماعتیں اپنے سیاسی اور مذہبی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں، لیڈر بننے کے شوق میں امت کو مزید تقسیم نہ کیا جائے، اس سے تعصب اور تفرقہ وجود میں آئے گا۔کسی نے اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے جماعت بنا کر امت کو تقسیم کیا اور کسی نے مذہب کے نام پر وحدت کی طرف بلانے کے لیے۔ایک امیر المؤمنین کا انتخاب کیا جائے اور باقی سب مسلمان اس کے ماتحت ہوں۔حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اسلام اجتماعی زندگی کا نام ہے۔جمہوریت کا نہیں، اسلام جمعیت کا نام ہے۔تاریخ کو دیکھا جائے تو ہٹلر (Hitler) نے ایک باطل مقصد کے لیے تمام عیسائی دنیا کو جمع کیا اور اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوا۔یوں مسلمانوں کو اس وقت ایک ایسے لیڈر کی ضرورت ہے جو صحیح رخ متعین کرنے کے بعد ملت اسلامیہ میں اخوت پیدا کر کے ایک مثالی حکومت قائم کرے۔

جمہوریت نہیں، خلافت:

جمہوریت کو چھوڑ کر خلافت کا راستہ اپنایا جائے، جمہوریت میں افراد کی گنتی تو کی جاتی ہے، لیکن تولا نہیں جاتا۔ایک عالم اور شریف آدمی ووٹ کے اعتبار سے شرابی کے برابر ہے۔جمہوریت ہی کی وجہ سے آج تمام دنیا کے مسلمان کئی جماعتوں میں بٹ گئے ہیں۔خلافت کے قیام سے خلافت عثمانیہ کی طرح سب مسلمان ایک جسم کے مانند ہو جائیں گے اور اس کے لیے اساس ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔

فروعی اختلافات کی بجائے اجتماعی مفادات کو مدنظر رکھنا:

فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر اختلاف نہ کیا جائے۔اگر چار فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے ہیں تو وہ تعصب کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنے اپنے اصول و قواعد کی بنیاد پر اور اجتہاد کی قوت پر۔اگر حضرات ائمہ کرام کی سیرت پر نظر ڈالی جائے تو اس فروعی اختلاف کے باوجود وہ ایک دوسرے کے دلدادے تھے اور ایک دوسرے کی حد درجہ عزت کرتے تھے۔آج ہماری حالت اگر بدلے گی تو ہمیں خود ہی اس کے لیے محنت کرنی پڑے گی۔بقول اقبال: خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی۔
نہ ہو خیال جس کو اپنی حالت بدلنے کا۔

اسلامی اخوت کو فروغ:

اول اس پر غور کیا جائے اور اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے کہ لسانیت اور قوم پرستی کا پس منظر اور پیش نظر کیا رہا؟ اندرون و بیرون ملک کونسے عناصر شریکِ کار ہیں ؟ اغراض و مقاصد کیا ہیں ؟ یہ یقیناً سب لائق اظہار ہیں۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ عوامی، علمی، سرکاری یا غیر سرکاری سطح پر لوگوں کا شعور بیدار کیا جائے، غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے، اخوت اسلامی کے فضائل کا ہر جگہ تذکرہ ہو اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے تمام جائز ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جائے۔

انسانی تاریخ اور بدلتے حالات شاہد ہیں کہ اہل حق پر آزمائش، امتحان، کامیابیاں اور ناکامیاں آتی ہیں۔ اسلامی تاریخ میں بدر واُحد بھی ہیں اور حنین وفتح مکہ بھی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "جو شخص اللہ کے لیے محبت رکھے اور اللہ کے لیے بغض رکھے اور اللہ کے لیے ہی کوئی چیز دے اور اللہ کے لیے ہی روکے تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔"[35] قربانی صرف اور صرف جانوروں کا خون بہا دینے کا نام نہیں ہے بلکہ اس سارے عمل کا اصل مقصد یہ ہے کہ اگر ہم نے اسلام قبول کیا ہے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ، اقتضاء یہ ہے کہ اس کی راہ میں اپنا مال، اپنا خون، اپنی زندگی، اپنی دلچسپی، اپنی مفاد پرستی، اپنی انا پر مبنی آراء کو حتیٰ کہ اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر دی جائے۔ موجودہ دور میں ہر انسان پر نفس پرستی سوار ہے ہر فرد کو کسی نہ کسی شکل میں نفس پرستی گھیرے ہوئے ہے۔
غلبہ دین، اقامت دین کی تحریک کے کارکنان کے لیے بدرجہ اتم ضروری ہے کہ اعتدال اور انصاف کا راستہ اختیار کریں۔
یہ امر بھی بالکل واضح اور عیاں ہے کہ مسلمان جہاں اللہ کے جملہ نیک اور صالح بندوں سے محبت اور دوستی رکھتا ہے وہاں ان سب لوگوں سے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے باغی ہوں، فاسق ہوں سے دشمنی اور بغض رکھتا ہے۔ اسی لیے اہل ایمان جہاں اللہ کے سب نیک اور صالح بندوں سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں اس میں یہ امر قطعاً مانع نہیں ہے کہ وہ اللہ کے بعض صالح اور نیک بندوں سے بطور خاص مزید محبت اور دوستی قائم کریں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے، ارشاد ہے کہ: "مومن سے دوستی کی جاتی ہے اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں ہے جو نہ تو کسی سے خود مانوس ہوتا ہے اور نہ اس سے کوئی مانوس ہوتا ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "بے شک عرش کے ارد گرد نور کے منبر ہیں، اُن پر نورانی لباس اور نورانی چہروں والے لوگ ہوں گے وہ انبیاء وشہداء تو نہیں مگر انبیاء وشہداء اُن پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں بھی ان کی صفات بیان کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ لوگ اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے، اللہ کی خاطر ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے والے اور اللہ ہی کے لیے ایک دوسرے کی ملاقات کو آنے والے ہیں۔" آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری محبت اُن کے لیے ثابت ہو چکی ہے جو میرے لیے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور میری محبت اُن لوگوں پر ثابت ہو چکی ہے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔"

خلاصہ بحث:

اسلام ایک ایسا مستحکم اور مضبوط رشتہ ہے۔ جو کبھی نہیں ٹوٹتا اور جس پر رنگ وبو کا اختلاف قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا۔ مسلمان نام ہے۔ ایک ایسی ہیئت اجتماعیہ کا جو ساری کائنات میں موجود ہے۔ اور جغرافیائی حدود اس میں اثر انداز نہیں ہوتیں۔ مومن تعبیر ہے وحدت واخوت سے، نیز یک جہتی اور یکسانی سے۔ یہ لوگ دنیا میں اس لئے آئے ہیں کہ تمام نوع کے نسلی اور قومی امتیازات مٹادیں۔ اور اتحاد انسانی کے دشمنوں کی وضع کردہ تمام مصنوعی تفریقات کو ختم کر دیں۔ ساری انسانیت کو ایک برادری اور ایک کنبہ بنادیں۔ اسی لئے ارشاد فرمایا: کہ جو لوگ ایمان کی ہمت سے بہرہ مند ہیں، وہ سب بھائی بھائی ہیں۔ ان میں اگر بتقضائے بشریت کوئی اختلاف پیدا ہو تو فوراً مٹادو، اور اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ اس نظم میں تمہارے لئے رحمت وبخشش ہے۔ ریاست مدینہ جیسی ریاست کے قیام کے لئے اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کی جائے۔ معاشرے میں محبت وخلوص کا درس دے کر ہم اس مملکت خداداد میں ایک مثالی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں، جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہو۔ جہاں عدل وانصاف کا بول بالا ہو۔ آپس میں یکسانیت ومساوات قائم ہو۔ جب ہم قرآن کے ابدی پیغام کو اپنائیں گے اور حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونگے تو اس صورت میں ہم ریاست مدینہ کے خواب کو شرمندہ تعبیر کر سکیں گے۔

حوالہ جات وحواشی:

1 الحجرات10:49

[2]۔احمد بن حنبل، المسند، (بیروت:موسوعه الرساله 2001)،حدیث نمبر22978۔صححه الألباني في "الصحيحة" (199/6)؛ طبرانی، المعجم الاوسط، رقم: 4749؛ الهیثمی، مجمع الزوائد، باب لا فضل لأحد علی احد إلا بالتقوی، 8 : 84

[3]الحجرات10:49

[4]الحجرات 9:49

[5] البخاری،محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح، (بیروت: دارلفکر 1981)، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب اذا التقاالمسلمان بسیفهما،رقم: 7083؛ القشیری، مسلم بن حجاج،الجامع الصحیح، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب اذا توجه المسلمان بسیفهما، رقم: 7253

[6]۔ الحجرات10:49

[7] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المظالم والغصب، باب: لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، رقم: 2442؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، رقم: 2580

[8] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب قول النبیﷺ سباب المسلم فسوق، وقتاله کفر، رقم: 221

[9]مسلم، الجامع الصحيح، رقم:65؛ البخاري، الجامع الصحيح، كتاب العلم، باب الإنصات للعلماء، رقم: 121؛ النسائي، السنن، كتاب التحريم، باب تحريم القتل، رقم: 4142؛ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب لا ترجعوا بعدي كفارًا يضرب بعضكم رقاب بعض،رقم: 3942

[10]طٰه 30،29:20

[11]المومنون 52:23

[12]آل عمران 3 : 103

[13]الانعام 6 : 159

[14] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الامارة، باب حکم من فرق امر المسلمین و هو مجتمع، رقم : 1852

[15] ایضاً، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، رقم: 2564

[16]البخاری، الجامع الصحیح، رقم: 659؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم: 2585

[17]ابن بطال، أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك، شرح صحيح البخارى، تحقيق: أبو تميم ياسر بن إبراهيم، (رياض: دار النشر مكتبة الرشد، 1423ھ - 2003)، الطبعة الثانية، ج 9، ص227

[18]البخاری، الجامع الصحیح، رقم: 2444

[19]اصفہانی، راغب، المفردات، (لاہور، اسلامی اکادمی)، ج1 ص551، 552

[20]النحل 90:16

[21]Nagel, Thomas. *Equality and partiality*. (London: Oxford University Press, 1995), p. 35.

[22] البخاری، الجامع الصحیح، رقم: 1928

[23]الإسراء70:17

[24]الحجرات13:49

[25] مسلم، الجامع الصحیح، رقم: 2586

[26] مسلم، الجامع الصحیح، رقم: 2578

[27]Blackburn, Simon. *The Oxford dictionary of philosophy*. (Londo: OUP Oxford, 2005), p. 22.

[28]Sen, Amartya. *The argumentative Indian: Writings on Indian history, culture and identity*. (New York: Macmillan, 2005), p. 43.

[29]Singer, Peter. "Famine, affluence, and morality." *Philosophy & public affairs* (1972): 229-243.

[30]الانفال73:8۔

[31] الدارمي، محمد بن حبان، صحيح ابن حبان، (بيروت: مؤسسة الرسالة)، رقم: 4485

[32]آل عمران18:3

[33]الحدید25:57

[34]لقمان13:31

[35]ابو داود، سلیمان بن اشعث، السنن، (بیروت: داراحیاء التراث، 1981)، کتاب السنة، باب الدلیل علی زیدة الایمان ونقصانه، رقم: 4681